مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

قادیانیت

ایک مستقل مذہب

ایک متوازی امت

قادیانیت کے بارے میں ایک غلط فہمی یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے صدہا دینی وعلمی اختلافات اور مکاتب فکر میں سے ایک دینی وعلمی اختلاف رائے اور ایک خاص مکتب فکر ہے اور اس کے پیرو امت اسلامیہ کے مذہبی فرقوں اور جماعتوں میں سے ایک مذہبی فرقہ اور جماعت ہیں اور یہ اسلام کی کلامی وفقہی تاریخ کا کوئی انوکھا واقعہ نہیں۔

لیکن قادیانیت کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ کرنے سے یہ غلط فہمی اور خوش گمانی دور ہو جاتی ہے۔ اور ایک منصف مزاج انسان اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ قادیانیت ایک مستقل مذہب اور قادیانی ایک مستقل امت ہیں جو دین اسلام اور امت اسلامیہ کے بالکل متوازی چلتے ہیں اور اس کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود صاحب کے اس بیان میں کوئی مبالغہ اور غلط بیانی نہیں کہ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونجتے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

"یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔"[1]

---

[1] خطبہ جمعہ مرزا بشیر الدین محمود صاحب مندرجہ اخبار "الفضل" مورخہ ۳ جولائی ۱۹۳۱ء

اور یہ کہ :-

"حضرت خلیفۂ اوّل نے اعلان کیا تھا کہ ان کا (مسلمانوں کا) اسلام اور ہے

اور ہمارا اور ہے" [1]

اسلام کی تاریخ میں اس سے پہلے ایک اور تحریک کی نظیر ملتی ہے، جس نے اسلام کا نام لیتے ہوئے اور اپنے دائرہ عمل کو مسلمانوں کے اندر محدود رکھتے ہوئے اسلام کے نظام عقائد و افکار اور نظامِ زندگی کے بالکل متوازی ایک نظام اعتقاد و فکر اور ایک نظام زندگی کی بنیاد ڈالی اور اسلام کے دائرہ میں "ریاست اندرون ریاست" کی تعمیر کی کوشش کی۔ یہ تحریک باطنیت ہے یا اسماعیلیت، جس سے قادیانی تحریک کو حیرت انگیز مماثلت حاصل ہے" [2]

قادیانی تحریک کا متوازی مذہبی نظام | قادیانی تحریک اسلام کے دینی نظام اور زندگی کے ڈھانچے کے مقابلہ میں ایک نیا دینی نظام اور زندگی کا نیا ڈھانچہ پیش کرتی ہے۔ وہ دینی زندگی کے تمام شعبوں اور مطالبوں کی بطور خود خانہ پُری کرنا چاہتی ہے۔ وہ اپنے پیروؤں کو جدید نبوت، جدید مرکز محبت و عقیدت، نئی دعوت، نئے روحانی مرکز اور مقدسات، نئے مذہبی شعائر، نئے مقتدا، نئے اکابر، نئی تاریخی شخصیتیں عطا کرتی ہے، غرض یہ کہ وہ قلب و دماغ اور فکر و اعتقاد کا نیا مرکز قائم کرتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جو اس کو ایک فرقہ اور فقہی یا کلامی دبستان یا مکتب خیال سے زیادہ ایک مستقل مذہب اور نظامِ زندگی کی شکل عطا کرتی ہے۔ اس کے اندر اس بات کا ایک واضح رجحان پایا جاتا ہے کہ وہ نئی مذہبی بنیادوں پر ایک نئے معاشرے کی تعمیر کرے اور مذہبی زندگی کو ایک نئی شکل اور مستقل وجود بخشے۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ جو افراد خلوص اور جوش کے ساتھ اس تحریک کی دعوت کو قبول کرتے ہیں اور اس کے دائرہ میں آجاتے ہیں۔ ان کے فکر و اعتقاد کا مرکز بدل جاتا ہے اور ان کی زندگی میں قدیم دینی مرکزوں اور اداروں (اپنے وسیع معنی میں) اور شخصیتوں کی جگہ پر جدید دینی مرکز اور ادارے اور شخصیتیں آجاتی ہیں اور وہ ایک نئی امت بن جاتے ہیں جو اپنے جذبات، طریق فکر، عقیدت و محبت میں ایک مستقل شخصیت اور وجود کے مالک ہوتے ہیں۔ انفرادیت اور تقابل کا یہ رجحان قادیانیت کے اندر شروع سے کام کر رہا ہے اور وہ اب بلوغ و پختگی کے اس درجہ پر پہنچ گیا ہے کہ قادیانی اصحاب بے تکلفی اور سادگی کے ساتھ اسلامی شعائر و مقدسات کے ساتھ

---

[1] "الفضل" سورخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۱۴ء

[2] ملاحظہ ہو "ہمارا اسماعیلی مذہب اور اس کا نظام" از ڈاکٹر زاہد علی پروفیسر نظام کالج حیدر آباد۔

قادیانی شعائر اور مقدسات کا مقابلہ کرتے ہیں اور ان کا ہم پلہ اور مساوی قرار دیتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کو اسلام کے دینی نظام میں جو مرکزی مقام حاصل ہے، وہ ظاہر ہے، لیکن قادیانی اصحاب مرزا صاحب کے رفقاء اور ہم نشینوں کو صحابۂ رسولؐ ہی کا درجہ دیتے ہیں۔ ایک قادیانی ذمہ دار اس ذہنیت کی اس طرح ترجمانی کرتے ہیں:

"ان دونوں گروہوں (صحابۂ کرام اور رفقائے مرزا غلام احمد صاحب) میں تفریق کرنا یا ایک کو دوسرے سے مجموعی رنگ میں افضل قرار دینا ٹھیک نہیں۔ یہ دونوں فرقے درحقیقت ایک ہی جماعت میں ہیں، صرف زمانہ کا فرق ہے۔ وہ بعثتِ اول کے تربیت یافتہ ہیں اور یہ بعثتِ ثانیہ کے" (الفضل ۲۸ مئی ۱۹۱۸ء)

اسی طرح وہ مرزا غلام احمد صاحب کے مدفن کو مرقدِ رسولؐ اور گنبدِ خضراء کا مماثل و شبیہ بتاتے ہیں۔ الفضل نے ۱۰ دسمبر ۱۹۲۲ء کی اشاعت میں قادیان کے شعبۂ تربیت کا یہ بیان شائع کیا تھا جس میں ان شرکائے جلسہ کی دینی بے حسی اور بدذوقی کی شکایت کرتے ہوئے جو قادیان حاضر ہونے کے باوجود مرزا صاحب کے مدفن پر حاضری نہیں دیتے، کہا گیا ہے:

"کیا حال ہے اس شخص کا جو قادیان دارالامان میں آئے اور دو قدم چل کر مقبرۂ بہشتی میں حاضر نہ ہوا۔ اس میں وہ روضۂ مطہرہ ہے جس میں اس خدا کے برگزیدہ کا جسم مبارک مدفون ہے جسے افضل الرسل نے اپنا سلام بھیجا اور جس کی نسبت خاتم النبیینؐ نے فرمایا: یُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ۔ اس اعتبار سے مدینہ منورہ کے گنبدِ خضرا کے انوار کا پورا پرتو اس گنبدِ بیضا پر پڑ رہا ہے، اور آپ گویا ان برکات سے حصہ لے سکتے ہیں۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقدِ منور سے مخصوص ہیں۔ کیا ہی بدقسمت ہے وہ شخص جو احمدیت کے حج اکبر میں اس تمتع سے محروم رہے۔" (الفضل جلد ۱۰ نمبر ۴۸)

قادیانی اصحاب اس دینی و روحانی تعلق کی بناء پر جو نئی نبوت اور نئے اسلام کا مرکز ہونے کی بناء پر قادیان کیساتھ قائم ہوتا ہے۔ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ قادیان اسلام کے مقاماتِ مقدسہ میں سے ایک اہم ترین اور عظیم ترین مقام ہے اور وہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے ساتھ قادیان کا نام لینا ضروری سمجھتے ہیں۔ مرزا بشیر الدین محمود صاحب نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا:

"ہم مدینہ منورہ کی عزت کر کے خانہ کعبہ کی ہتک کرنے والے نہیں ہو جاتے اسی طرح ہم قادیان کی عزت کر کے مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ کی توہین کرنے والے نہیں ہو

سکتے۔ خدا تعالیٰ نے ان تینوں مقامات کو مقدس کیا اور ان تینوں مقامات کو اپنی تجلیات کے اظہار کے لئے چنا۔" (الفضل ۳ ستمبر ۱۹۳۵ء)

خود مرزا غلام احمد صاحب نے قادیان کو سرزمین حرم سے تشبیہ و تمثیل دی ہے، وہ فرماتے ہیں:۔

زمین قادیاں اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(درثمین ص ۵۲)

ان کے نزدیک قادیان کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے اور مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے۔ منارۃ المسیح کے اشتہار (۲۸ مئی ۱۹۰۰ء) میں آپ نے لکھا ہے:

"جیسا کہ سیر مکانی کے لحاظ سے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے بیت المقدس تک پہنچا دیا تھا۔ ایسا ہی سیر زمانی کے لحاظ سے آں جناب کو شوکت اسلام کے زمانہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا، برکات اسلامی کے زمانہ تک جو مسیح موعود کا زمانہ ہے۔ پہنچا دیا پس اس پہلو کی رو سے جو اسلام کے انتہائی زمانہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سیر کشفی ہے۔ مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے، جس کی نسبت براہین احمدیہ میں خدا کا کلام یہ ہے مبارک و مبارک وکل امر مبارک یجعل فیہ۔ اور یہ مبارک کا لفظ جو بصیغہ مفعول اور فاعل واقع ہوا۔ قرآن شریف کی آیت بارکنا حولہ کے مطابق ہے پس کچھ شک نہیں جو قرآن شریف میں "قادیان" کا ذکر ہے۔" (تذکرہ یعنی مجموعہ وحی مقدس ص ۲۴۵-۲۴۶)

ان سب بیانات اور قادیان کے بارے میں اعتقادات کا منطقی اور طبعی نتیجہ یہی ہونا چاہئے تھا کہ اس کے لئے شد رحال کر کے سفر کرنے اور وہاں سال بسال حاضر ہونے کو حج ہی کا سا ایک مقدس عمل بلکہ ایک طرح کا حج سمجھا جانے لگے۔ چنانچہ قادیانیت کے رہنماؤں اور ذمہ داروں نے سفر قادیان کو ظلی حج کا لقب دیا ہے اور اس کو ان لوگوں کے لئے جو خانہ کعبہ کے حج کو نہ جا سکیں، حج اسلام کا "نعم البدل" قرار دیا ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود صاحب نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:

"چونکہ حج پر وہی لوگ جا سکتے ہیں جو مقدرت رکھتے اور امیر ہوں حالانکہ الٰہی تحریکات پہلے غرباء میں پھیلتی اور پنپتی ہیں اور غرباء کو حج سے شریعت نے معذور رکھا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور ظلی حج مقرر کیا تا وہ قوم جس سے وہ

اسلام کی ترقی کا کام لینا چاہتا ہے۔ اور تا وہ غریب یعنی ہندوستان کے مسلمان اس میں شامل ہو سکیں۔" (الفضل یکم دسمبر ۱۹۳۲ء)

اس بارے میں اتنا غلو ہونے لگا کہ قادیان کے سفر کو حج بیت اللہ پر ترجیح دی جانے لگی اور یہ اس ذہنیت کا لازمی و قدرتی نتیجہ ہے کہ قادیانیت ایک زندہ اور جدید مذہب ——— اور اس کا مرکز ایک زندہ اور جدید مذہب کا روحانی مرکز تھا ہے جس سے نئی زندگی اور نئی مذہبی توانائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اسی بنا پہ ایک قادیانی بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ:

"جیسے احمدیت کے بغیر پہلا یعنی حضرت مرزا صاحب کو چھوڑ کر جو اسلام باقی رہ جاتا ہے، وہ خشک اسلام ہے۔ اسی طرح اس حج ظلی کو چھوڑ کر مکہ والا حج بھی خشک حج رہ جاتا ہے، کیونکہ وہاں پر آجکل حج کے مقاصد پورے نہیں ہوتے۔"

(پیغام صلح جلد ۲۱ نمبر ۲۲)

انفرادیت کا رجحان اور ایک مستقل دین اور نئی تاریخ کے آغاز کا احساس اتنا بڑھ گیا کہ قادیانی حضرات نے اپنی نئی تقویم کی بنیاد ڈال دی اور سال کے مہینوں کے نئے ناموں سے تاریخ لکھنے لگے۔ قادیانیت کے سرکاری ترجمان "الفضل" میں مہینوں کے جو نام چھپتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

صلح، تبلیغ، امان، شہادت، ہجرت، احسان، وفا، ظہور، تبوک، اخاء، نبوت، فتح۔

خالص ہندوستانی مذہب ہونے کی حیثیت سے قادیانیت کا خیر مقدم

ان مذہبی تصورات اور انفرادیت کے رجحانات کا نتیجہ یہ ہے کہ مذہب و تحریک قادیانیت کا ذہنی، روحانی و سیاسی مرکز بجائے جزیرۃ العرب اور مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے (جو اسلام کا گہوارہ اور اس کی زندگی کا سرچشمہ اور ابدی مرکز ہیں) قادیان بننے لگا جو اس نئے مذہب و تحریک کے ظہور اور نشو و نما کا مرکز ہے۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوگا کہ قادیانیت اور اس کے پیرؤں کی وابستگی عرب و حجاز سے روز بروز کم ہوتی چلی جائے گی اور اس کی دلچسپیاں اور توجہات ہندوستان میں محدود ہونے لگیں گی جس کی سرزمین سے یہ دعوت و تحریک اٹھی اور جس کی خاک سے اس کا بانی اور داعی پیدا ہوا، اور بالآخر اسی میں نشو و نما پاکر اور اپنی زندگی کی منزلیں طے کر کے دفن ہوا۔ یہ اس آغاز اور طریق فکر کا قدرتی نتیجہ ہے جو اپنے وقت پہ ظہور پذیر ہوگا اور جس طرح درخت کے پھل پر کسی کو تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ اس تحریک و دعوت کے مزاج اور اس کے طریق کار کے اس منطقی نتیجہ پر بھی تعجب کا کوئی موقع نہیں ——— قادیانیت کے اسی مزاج اور اس کے اس رخ کا ہندوستان کے ان قوم پرستوں نے پرجوش خیر مقدم کیا جن کو ہندوستان کے مسلمانوں سے یہ پرانی شکایت ہے کہ ان کی اصل وابستگی سرزمین حجاز سے ہے اور وہ ہمیشہ عرب کی طرف دیکھتے ہیں۔